Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 2 (2025)

Khursheed Kamal Aziz's Linguistic Aspect of Imperialism

خورشید کمال عزیز کی نظر میں سامراجیت کا لسانی پہلو

Abdul Ghafoor[1], Dr. Rabia Sarfraz[2]
[1]PhD Scholar, [2]Chairperson, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad.
Correspondence Email: rabiasarfraz@gcuf.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 20-03-2025
Accepted: 18-04-2025
Online: 26-04-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the author(s).

Abstract

This article is of special importance regarding British imperialism, in which a critical review has been made in the context of all the negative effects that British rule had on the economic, political, social and cultural sectors of the Indian subcontinent. All these factors are closely observed in it, how the British Raj created hatred in Hindus and Muslims through its imperial mind and how it ruled the subcontinent through its mind and still in the present context, I think. It is the imperialist mind that is ruling the developing countries from within and making each country fight with each other by selling arms and keeping the economy of these countries bound by debt. What has changed is that the name of the looters was earlier Britain, now America exists in the form of an imperialist mind

Keywords:
Imperialism. Economic, Political, Social, Cultural, Sub-continent, Developing, KK Aziz

تاریخ کا اگر باریک بینی سے مشاہدہ کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ طاقت ور انسان کے کمزور انسان پر قابو پانے کی روایت کتنی قدیم ہے۔شاید یہ ایک حیوانی عادت ہے جو انسان میں روزِ ازل سے موجود ہے۔اکثر ناقدین نے طاقتور کو کمزور پر غالب آنے کے عمل کو سامراجیت (Imperialism) کی اصطلاح سے جوڑا ہے۔بادشاہت ،ریاستیں اور مذہبی اشرافیہ بھی کمزور پر طاقتور کے غالب آنے کی مثالیں ہیں۔سامراجیت اور نوآبادیات بہت سی خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔سامراجیت سے یہ مراد لے سکتے ہیں جس میں کسی ایک ملک کے تمام اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس ملک کے حکومتی اختیارات چھین لینا اور اس کی عوام کو تمام بنیادی حقوق سے محروم کر دینا سامراجیت کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام دونوں کے درمیان ماں

اور بیٹی کے رشتے سے استوار کیا جا سکتا ہے۔نو آبادیاتی نظام ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعے سے یورپی اقوام نے افریقہ اور ایشیا پر اپنی مرضی مسلط کرتے ہوئے ان پر حکمرانی کا آغاز کیا۔اس نظام کے مقاصد کے حوالے سے اگر بات کریں تو ان کے اپنے مقاصد تحفظ اور اپنی معیشت کو پروان چڑھانے کی شروعات سے ہوتا ہے۔جس کے لیے ان کا ایک بڑا سہارا ان کی زبان بنی۔

برصغیر موجودہ ہندوستان میں اس کا آغاز ۱۴۹۸ء سے ہوتا ہے جب ایک مشہور سیاح "واسکوڈے گاما" تجارتی اغراض و مقاصد لے کر افریقہ پہنچتا ہے۔پرتگالیوں نے "کالی کٹ" میں رہائش جما لینے کے بعد جب ان مقامی رہنماؤں میں نااتفاقی محسوس کی تو برصغیر میں قدم جمانے کا آغاز کر دیا۔جس حوالے سے ایک بات مشہور ہے کہ "ہمیشہ آپ کا رازداں" ہی آپ کو مار دیتا ہے۔اس کے بعد پھر ان لوگوں کو دیکھتے دیکھتے ہسپانیہ، فرانس اور انگریز اقوام نے یہاں قدم رکھا۔ان غیر ملکیوں نے تجارت کے بہانے یہاں داخل ہونا شروع کیا۔یہ الگ بات کہ بعد میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو یہاں سے نکال دیا اور آخر کار ۱۶۰۰ء کے لگ بھگ اس وقت کی برطانوی بادشاہ (ملکہ) کے ذریعے، مغل حکمرانوں، جن میں شاہجہاں شامل ہیں، سے اجازت لی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد پڑی اور پھر اس کے بعد تجارت کے بہانے اپنے قدم جمانے شروع کیے اور آہستہ آہستہ اپنی ریشہ دوانیوں سے انیسویں صدی میں انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کر لیا۔انگریزوں کے برصغیر کی عوام پر حکومت کے حوالے سے کے کے عزیز (۱۱ دسمبر ۱۹۲۷ء۔۲۵ جولائی ۲۰۰۹ء) نے اپنی کتاب "The British in India" میں نقل کرتے ہیں:

> "برصغیر میں برطانوی کنٹرول کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم ان کی بہتر تعلیم کے لیے کچھ کر سکیں اور ہم اس خطے کی عوام کو جاگیرداروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے جو ان کا استحصال کرتے رہیں۔"(۱)

سامراجیت کے حوالے سے کے کے عزیز نے مذکورہ کتاب میں انتہائی مفصل انداز سے ان تمام عوامل پر گفتگو کی ہے۔اس میں ان تمام عوامل کا احاطہ کیا گیا ہے کہ کیسے انھوں نے ہندوستان پر برطانوی کنٹرول کو آسان بنایا اور سلطنت میں قائم کالونیوں کو برقرار رکھنے کے بارے میں انگریز "سیلی" نے ایک منطقی اور واضح بیان دیا جو کہ ہندوستان کے بارے میں واقعی سامراجی دماغ کا حامل انسان تھا۔(۲) اسی طرح "ایڈورڈ ڈائسی" نے سامراجیت کے حوالے سے ۱۸۷۷ء میں یکے بعد دیگرے لکھے گئے تین مضامین میں ہندوستان کے قبضے کو محفوظ بنانے کے لیے "مصر" پر برطانوی قبضے کی وکالت کی۔انگریز چونکہ منافقت میں چھپے چہرے میں اپنے آپ کو دنیا کے سامنے "لبرل" ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے اس فریب کو کے کے عزیز اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "یہ لبرل ازم نہیں تھا بلکہ جہالت کے ساتھ مل کر بے شرمی کا غرور تھا اور یہ ایک ننگی جارحیت تھی جس کا ان دلائل سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جس میں وہ لبرل ازم تجارت کو اپنے سامراجی عقیدے کے ساتھ جوڑتے

ہیں۔“(۳)

مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنی کتاب ”برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا“ میں برصغیر میں مسلمانوں کو کیسے زوال کا سامنا کرنا پڑا اپر ان تمام عوامل پر نگاہ دوڑائی ہے۔ عام سی بات ہے جب کوئی بھی ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے نظام تعلیم، زبان، زراعت اور صنعت کے شعبہ جات میں خوش حالی ضروری ہے۔ انگریزوں کے یہاں قدم جمانے سے پہلے یہ خطہ انتہائی خوش حال اور دولت مند مشہور تھا۔(۴) ہندوستان میں مال و دولت کے حوالے سے حسین احمد مدنی اپنی کتاب میں ان الفاظ میں ان عوامل پر بحث کی ہے جو ہندوستان کا سرمایہ تھا۔ کہتے ہیں کہ:

> ”برصغیر جس کو اب موجودہ ہندوستان کے نام سے پکارا جاتا ہے اتنی کثیر تعداد میں دولت موجود تھی کہ ہر آنے والے نئے سال میں موجودہ حکمران جشن کے اہتمام میں دولت و زیور سے تولا جاتا تھا اور جتنی دولت اس کے وزن کے برابر ہوتی تھی وہ غریب رعایا میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ خدا جانے ایسا کیا ہوا اس خطہ کو کس کی نظر لگ گئی کہ سب کچھ آہستہ آہستہ ختم ہوتا چلا گیا۔“(۵)

برطانوی حکمرانی کے سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی شعبوں پر منفی اثرات کی وجہ سے ہندوستانیوں کی طرف سے غیر ملکیوں کے خلاف شدید ردِ عمل سامنے آیا۔ اس ردِ عمل نے ملک بھر میں برطانوی حکمرانی کے خلاف متعدد تحریکوں کو جنم دیا۔ مختلف قبائل، مذاہب اور مقامی لوگ استحصالی حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنے لگے۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کا مقدر بے یقینی اور مایوسی کی طرف بڑھنے لگا۔ برطانوی حکام نے مسلمانوں کو عموماً عیسائیت اور برطانوی سامراج کے خلاف دشمن سمجھا، جس کے بعد مسلمانوں کے خلاف جبر اور ظلم کی حکمت عملی اختیار کی گئی کیونکہ ہندوؤں نے برطانوی سامراج کو قبول کر لیا تھا اور انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی اور برطانوی حکمرانوں کے تحت خدمات انجام دینا شروع کر دی تھیں۔(۶) یہی وجہ ہے کہ سر سید احمد خان نے کہا تھا کہ ”ایسی کوئی آفت نہیں تھی جو ان دنوں مسلمانوں پر نہیں آئی۔ اس میں کوئی شائبہ نہیں جو آفت آسمان سے آئی، وہ براہِ راست کچھ مسلمانوں کے گھروں میں نہیں آئی تھی جس سے تباہی اور بربادی آئی ہو۔“

مسلمان اس وقت کے برطانوی سامراجیت کے خلاف بغاوت کے اہم مرکز سمجھے جاتے تھے، اس وجہ سے مسلمانوں کو سیاسی، فوجی، عدلیہ، معیشت اور ہر شعبے میں طاقت سے محروم کر دیا گیا۔(۷) ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کو ہر شعبے میں نقصان پہنچا اور وہ طویل عرصے تک بحال نا ہو سکے۔ مگر پھر بھی، مسلمانوں کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں وہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنی آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

جس دور میں مسلمانوں کی حکمرانی تھی، تو فارسی ریاستی زبان تھی؛ اس کے بعد برطانوی حکمرانوں نے اسے انگریزی سے بدل دیا۔[۸] جس سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا اور انہیں ریاستی عہدوں پر فائز ہونے میں مشکلات پیش آئیں۔ ایک مسلمان کے لیے حکومت میں کسی بھی عہدے تک پہنچنا مشکل تھا اور زیادہ تر مسلمانوں کو معمولی ملازمتوں جیسے انکے پانی بھرنے والے، دفتر کے لڑکے، یا جوتے ٹھیک کرنے والے تک محدود کر دیا گیا۔

> "ہندوستان میں ایسا کوئی حکومتی دفتر شاذونادر ہی ہوگا جس میں کسی مسلمان کو کسی بھی سرکاری عہدے کی امید ہو سوائے دربان، پیغام رساں، برتن بھرنے والے یا جوتے مرمت کرنے والے کے"[۹]

اس دور کے حکومتی گزٹ میں اس چیز کو شائع کیا گیا کہ عدالتوں میں تقرری صرف ہندو دھرم کو ہی دی جائے گی۔ اگرچہ اردو زبان دونوں مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ زبان تھی۔[۱۰] اس کے باوجود ہندوؤں نے ریاستی زبان کے طور پر اردو کی جگہ انگریزی کے نفاذ کی مخالفت کرتے دکھائی نہیں دیے۔

اس دور میں برطانوی حکمرانوں نے اکثر سیاسی اور اقتصادی طاقت اپنے ہاتھ میں ہی رکھی اور اس کا استعمال ہندوستانی ملکیت والی صنعتوں بشمول کپاس کی صنعت کو محدود کرنے کے لیے کیا۔ اس کے نتیجے میں بہت سے مقامی لوگ خودکفیل نہ رہے۔ ۱۸۰۰ء کے آخر میں ہندوستان کو شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا[۱۱] خاص طور پر برصغیر کے مسلمان جو زراعت سے وابستہ تھے اور زیادہ تر گاؤں میں رہتے تھے، ان کی معیشت اس وقت خودکفیل تھی تاہم برطانوی سامراجی مداخلت کے باعث ان کی معیشت بہت متاثر ہوئی۔ مستقل آبادکاری کے نظام نے مسلمان جاگیرداروں سے زمین کا کنٹرول چھین کر برہمنوں کو محاصل کا وصول کنندہ بنا دیا۔ اس کے نتیجے میں گاؤں کے لوگ غریب ہوتے گئے۔ برطانوی سامراجیوں نے مسلمانوں کے غیر ملکی ممالک کے ساتھ تجارتی روابط کو ختم کر دیا اور مشینری کی درآمد پر زیادہ انحصار کیا، جس کا منفی اثر برصغیر کے مسلمانوں کے دستکاری مصنوعات کی قدر پر پڑا اور ان کو مزید مفلوج کیا۔

معاشی مسائل کے علاوہ برطانوی حکام نے ہندوستان میں مذہبی اور سماجی روایات کے حوالے سے زیادہ مداخلت تو نہ کی لیکن برطانوی مشنریوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ان کا مقصد مغربی عیسائیت کو پھیلانا تھا۔ برطانوی حکام میں سے بہت سے لوگ نسلی امتیاز پر یقین رکھتے تھے، جس کا اثر سیاسی ماحول پر پڑا۔ وہ بھارتی افراد جو برطانوی حکام کے ساتھ انتظامی مقاصد کے لیے کام کرتے تھے، ان کو برطانوی حکام نے غیر وفادار یا دھوکہ باز کے طور پر پیش کیا۔

> "انیسویں صدی میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں اور انگریزی لبرل تحریک نے کیتھولک عیسائیوں کو مذہبی آزادی فراہم کی جس کے نتیجے میں مختلف اصلاحی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں نے

اس کے خلاف مختلف سماجی اصلاحات کی تحریکیں شروع کیں کیونکہ برطانوی حکام اپنے وسیع تعلقات کا اثر دکھاتے ہوئے ان کی قدیم روایات اور اداروں کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور مغربی عادات اور ثقافت کو اپنانے کی کوشش کی۔"(۱۲)

انگریز حکومت سے پہلے ذریعہ تعلیم فارسی زبان تھی۔ فارسی زبان کو انگریزی سے بدل دیا گیا۔ اس کے بعد برطانوی حکام نے مدارس کے لیے حکومتی فنڈ کی منظوری کو روک دیا اور ان کی مفت گرانٹس کو ضبط کر لیا۔ ان انگریزوں نے ہندو اساتذہ کو مقرر کیا جو کلاسوں میں ہندو ثقافت کو فروغ دے رہے تھے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو حکومتی اداروں سے ہمیشہ دور رکھا گیا۔

اس دور میں مسلمان، ہندو اور سکھ تین مختلف کمیونٹیاں منظم انداز میں ابھریں پھر اپنے اپنے فائدہ کے لیے سرگرم ہوئیں(۱۳) یہ ایک مشترکہ جدوجہد تھی، جس کا مقصد ہندوستان کو غیر ملکی حکمرانی سے آزاد کرانا تھا۔ ۱۹۰۶ میں مسلمانوں کی سیاست میں پہلی بار تحریک کا آغاز ہوا جب مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا، جس کے ارکان نے سر سید احمد خان کی طرف سے بنائی جانے والی "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" میں فعال کردار ادا کیا۔ یہ کانفرنس برطانوی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک مرکزی پلیٹ فارم بن گئی، جس نے ایک جداگانہ شناخت کے تصور کو اجاگر کیا یعنی پاکستان۔ اسی طرح ہندو بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے ہندوؤں کو متحرک کرنا شروع کر دیا۔

انیسویں صدی میں برطانوی ہندوستان میں مختلف نظریات ابھرے، اگر پہلی جنگ کے حوالے سے بات کریں تو اس کے بعد جیسے انگلینڈ سے جمہوری سوشلزم، مارکسی خیالات، اٹلی اور جرمنی سے فاشزم وغیرہ(۱۴)، اور مسلمانوں کے علما اور دانشوروں نے مختلف نظریات پیش کیے اور اپنی قوم کی شناخت کو کہیں کھونے نہ دیا۔ قوم پرستی کا تصور اور مسلمانوں پر اس کا اثر تصویر قوم پرستی پر مسلمانوں کے اثرات قوم پرستی کا تصور یورپ کے ابتدائی ادوار میں چرچ، سامراجیت، اور جاگیرداروں کے خلاف ایک احتجاج کے طور پر ابھرا تھا۔ اس کے بعد اکثر الگ الگ نظریات سے وابستہ ناقدین نے تشریح کی۔ ان مکاتب فکر میں اہم نوعیتیں شامل ہیں۔

سامراجیت مختلف ادوار اور مختلف اشکال میں موجود رہی ہے۔ اعجاز احمد اپنی کتاب "Class in Nations Theory Literature" میں امریکا کی منفی اور دوہری پالیسی سے پردہ اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں:

> "امریکہ نے موجودہ تناظر میں وہ کام شروع کیا ہے جو وہ آج تک کرتا چلا آرہا ہے، یعنی فریقین کو اسلحہ فروخت کرنا، ایران عراق جنگ ہو یا انڈیا پاکستان دونوں فریقین کو اسلحہ فروخت کرنے کا کاروبار امریکا نے پہلی جنگِ عظیم کے بعد شروع کیا اور ابھرنا شروع ہوا۔"(۱۵)

سامراجیت پر نگاہ دوڑائی جائے تو اس وقت پوری دنیا پر اس کی حکمرانی قائم ہے۔ معاشی نظام، سیاسی ریشہ دوانیاں، ملٹی نیشنل

کمپنیاں، میڈیا، ٹیکنالوجی، لسانی، علاقائی، قومی تقسیم اس کے مختلف ہتھیار ہیں۔ سامراج ایک طرف وہ خود کو دنیا کے سامنے جمہوریت پسند، سیکولر کہتا ہے اور اپنے خطرناک عزائم کے تحفظ کی خاطر آمریت اور شہنشاہیت کو بچانے میں بھی پیش پیش نظر آتا ہے۔

خورشید کمال عزیز کی سامراج پر لکھی گئی تحریریں نصف صدی بعد اس کی عالمی سازشوں، جنگی کارروائیوں اور سازشوں کو عیاں کر رہی ہیں۔ دنیا کی تمام زبانوں کو میڈیا اور ٹیکنالوجی کے ذریعے اپنے مقاصد میں استعمال کرنا، سماجی ویب سائٹس کے ذریعے رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرنا، انٹرنیٹ کے ذریعے ہر فرد کی ذاتی زندگی کا مشاہدہ اور جاسوسی کرنا اس کے چند آلہ جات ہیں۔ اہلِ دانش کو دنیا میں امن اور آشتی کے حصول کے لیے اس کا رد پیش کرنا ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ کے کے عزیز، "The British in India"، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۶۶

۲۔ ایضاً، ص: ۷۲

۳۔ ایضاً، ص: ۷۳

۴۔ ایضاً، ص: ۷۷

۵۔ حسین احمد مدنی، سید، مولانا، برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا، مترجم: پروفیسر برائیٹ، لاہور: دایونس پبلی کیشنز، ۱۹۴۶ء، ص: ۵۸

6. Hunter, W.W., The Indian Muslamans Turbnar and Company, London 1871, P:91

7. Ibid, P:98

۸۔ ہنٹر، ڈبلیو ڈبلیو، ڈاکٹر، ہمارے ہندوستانی مسلمان، مترجم: صادق حسین، لاہور: مکی دارالکتب، جنوری ۲۰۱۹ء، ص: ۶۶

۹۔ ایضاً، ص: ۶۸

۱۰۔ ایضاً، ص: ۷۷

۱۱۔ آزاد، ابوالکلام، مولانا، کتاب آزادیٔ ہند، لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۰۱

۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۱۱

۱۳۔ محمد احسن اللہ ڈیانوی، برصغیر پاک و ہند کے چند تاریخی حقائق، لیسٹر (انگلینڈ): مرکز السنۃ، ۲۰۱۷ء، ص: ۳۳

۱۴۔ ایضاً، ص: ۳۹

۱۵۔ اعجاز احمد، Classes in Nations Theory Literature، مترجم: ارجمند آرا، ۱۷ مئی ۱۹۹۴ء، ص: ۲۷